© rasailojaraid.com

فقہ واجتہاد

شیخ سائد بکداش
ترجمہ: محمد مصطفی راسخ

کیا والد بیٹے کا مال لے سکتا ہے؟

حدیث «أنتَ ومالك لأبيك» کا تحقیقی جائزہ

اسلام ایک مضبوط و مستحکم خاندانی نظام کا حامل دین ہے جس میں حقوق و فرائض کی لمبی چوڑی تفصیلات ملتی ہیں اور انہی پر عمل بجالا کر آج مسلمانوں میں رشتوں کا احترام اور اس کے نتیجے میں چین وسکون پایا جاتا ہے۔ موجودہ دورِ زوال میں آج بھی مسلم معاشرے اپنے اسی خاندانی نظام کی بدولت غیر مسلموں میں رشک کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، اور اس امر کا کھلا اعلان ہیں کہ اسلام ہی ہماری فلاح کا ضامن ہے اور جس جس میدان میں اسلام پر عمل ہوگا، اس حد تک دین کی برکات ہمیں حاصل ہوتی رہیں گی۔ یاد رہے کہ خاندانی نظام سے لازماً 'مشترکہ خاندانی نظام' مراد نہیں بلکہ اس سے نسب ونسل، رضاعت وتربیت، کفالت، اولاد میں مساوات، وراثت و وصیت، نکاح وطلاق، نفقہ وسکنی، میاں بیوی، اولاد ووالدین اور رشتہ داروں کے مابین حقوق وفرائض کے شرعی احکامات مقصود ہیں جس کا نتیجہ قریبی عزیز واَقارب میں صلہ رحمی، قربانی، ذمہ داری اور قربت ومودّت کی صورت میں نکلتا ہے۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ مسلمانوں کے مغربی تعلیم یافتہ طبقے، سیکولرزم سے والہانہ وارفتگی کے باوجود اجتماعیت کی سب سے پہلی اور مضبوط اکائی 'خاندان' کو تا حال مذہب کی بنیاد پر ہی استوار رکھنے پر مجبور ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ اجتماعی زندگی کا وہ واحد میدان ہے جہاں مذہب کو ذاتی مسئلہ سمجھنے والے اپنے بنیادی رشتوں ناطوں کو دین کی بنیاد پر ہی استوار کرنے کے سوا کوئی جائے عافیت نہیں پاتے۔ لیکن اہل مغرب نے اس بنا پر اجتماعی میدانوں میں مذہب کی اس غیر معمولی اہمیت کو تسلیم کرنے کے بجائے اس کو اَحوال شخصية Personal Life کا غیر حقیقی نام دے کر منافقت، ثنویت اور دوہرے معیار کا مظاہرہ کیا ہے۔

بہر طور اس فکری ونظری پس منظر سے قطع نظر، مسلم معاشروں میں باہمی رشتہ داریوں میں بعض مسائل انتہائی نازک وحساس حیثیت کے حامل ہیں جن میں ایک زیر نظر مسئلہ بھی ہے۔ دورِ حاضر میں اسلام کی مستند تشریح اور درپیش مسائل میں اصل مصادرِ اسلام سے رہنمائی حاصل کرنا 'محدث' کا مشن ہے۔ اسی بنا پر دو برس قبل کعبہ معظّمہ کے عین سامنے ایک جنرل سٹور پر راقم کو عربی زبان میں یہ نئی تحقیق نظر آئی تو اُسی وقت یہ عزم کرلیا کہ اس کو اُردو میں بھی پیش کیا جائے گا۔ آج یہ خواہش عملی طور پر الحمدللہ آپ کے سامنے موجود ہے۔ موضوع

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

کے انتہائی نازک اور کثیر الجہت ہونے کے باوجود فاضل محقق نے بڑے سلجھے اور واضح علمی اُسلوب میں پیش نظر مسئلہ کی تحقیق سے پورا اِنصاف کیا ہے۔ مجلس التحقیق الاسلامی کے ریسرچ سکالر قاری مصطفیٰ راسخ کے اُردو ترجمہ میں بھی بڑی سلاست اور روانی موجود ہے۔ اس مضمون کی دوسری اور آخری قسط میں ان آراء پر تجزیہ و تبصرہ کے بعد محدث کے قارئین ایک واضح موقف تک ضرور پہنچ جائیں گے۔ان شاء اللہ (حسن مدنی)

حمد وثنا کے بعد...... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا* وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا * رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل:۲۳ تا ۲۵)

''تیرے ربّ نے فیصلہ کردیا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہاری موجودگی میں ان میں سے کوئی ایک، یا دونوں، کبرسنی کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو، نہ اُنہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان کے ساتھ احترام سے بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو۔ اور دعا کیا کرو کہ ''پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح اُنہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔ تمہارا ربّ خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے۔ اگر تم صالح بن کر رہو تو وہ ایسے سب لوگوں کے لئے درگزر کرنے والا ہے جو اپنے قصور پر متنبہ ہوکر بندگی کے رویے کی طرف پلٹ آئیں۔''

◉ سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ''ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: رسولِ کریمؐ! میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں، اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں، اس نے پوچھا: پھر کون ؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں، اس نے پوچھا: پھر کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تیرا باپ۔'' (صحیح بخاری:۵۹۷۱)

◉ سیدنا ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''والد جنت کے دروازوں میں سے درمیان والا دروازہ ہے، اگر تو چاہے تو اس دروازے کو ضائع کردے اور اگر چاہے تو اسے محفوظ کرلے۔'' (جامع ترمذی:۱۹۰۰)

© rasailojaraid.com

◉ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ربّ کی رضا والد کی رضا میں ہے، اور ربّ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔'' (جامع ترمذی:۱۸۹۹)

اسی معنی کی متعدد آیاتِ کریمہ اور احادیثِ مبارکہ موجود ہیں، جن میں والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

برّ الوالدین ''والدین کے ساتھ نیکی کرنا'' ایک جامع کلمہ ہے جو ہر قسم کی خیر اور پسندیدہ فعل کو اپنے اندر سموے ہوئے ہے۔ یعنی والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان کی زیارت کرنا، ان کا احترام کرنا، ان کے ساتھ ادب سے پیش آنا، ان کے لئے اپنا مال خرچ کرنا، ان کے حقوق کا خیال رکھنا، ان کے پسندیدہ امور کو بجا لانا اور ان کی ناپسندیدگی سے بچنا، نافرمانی نہ کرنا اور ان کو اپنے کسی قول وفعل سے اذیت نہ دینا۔ وغیرہ (تعریف 'برالوالدین' دیکھئے: مشارق الأنوار للقاضي:۱/۸۴،۲/۱۰۰؛فتح الباري:۱۰/۴۰۶؛ تحرير ألفاظ التنبيه للنووي،ص۱۴۹)

'برالوالدین' کا راستہ جنت کو لے جانے والا بہترین راستہ ہے اور دنیا و آخرت کی سعادت کا دروازہ ہے۔ والدین کے حقوق میں سے سب سے بڑا حق بڑھاپے میں ان پر خرچ کرنا ہے، بیٹا خواہ مال دار ہو یا تنگ دست، اگرچہ والدین کا مذہب مختلف ہی کیوں نہ ہو۔☆

یہ بھی یاد رہے کہ والدین کا نفقہ بیٹے پر واجب ہے، خواہ والدین دائمی مریض ہوں جو کمائی کرنے سے عاجز ہوں یا صحت مند ہوں اور کمائی کرسکتے ہوں۔ برخلاف شوافع کے جن کے نزدیک طاقت مند اور کمانے کی قدرت رکھنے والے باپ پر خرچ کرنا بیٹے کے لئے ضروری نہیں۔

جب یہ ثابت ہوگیا ہے کہ والدین کا نفقہ بیٹے پر واجب ہے تو اس مسئلہ میں اصل حکم یہ ہے کہ یہ نفقہ معروف طریقے سے واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ البتہ نیکی اور احسان یہی ہے کہ والدین پر اچھے طریقے سے خرچ کیا جائے اور آدمی جو چیز اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے پسند کرتا ہے، وہی چیز بلکہ اس سے بہتر اپنے والدین کے لئے پسند کرے۔ یہ رویہ مناسب ومعروف طریقہ نہیں کہلا سکتا کہ

☆ اس مسئلہ پر مذاہب اربعہ کا موقف جاننے کے لئے دیکھیں: شرح السنة للبغوي: ۹/ ۳۲۹، شرح أدب القاضي للخصاف، للصدر الشهيد ٤/ ۳۱۷ ـ ۳۳۳، المبسوط للسرخسي ٥/ ۲۲۲، تبيين الحقائق ۳/ ٦٤، بدائع الصنائع ٤/ ۳۰ وغیرہ

© rasailojaraid.com

آدمی خود تو عیش وعشرت کی زندگی گزار رہا ہو جبکہ اس کے والدین تنگ دستی اور فقر و فاقے کی زندگی بسر کر رہے ہوں۔

والدین پر خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ بیٹے پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ والدین پر خرچ کرنے کے عمل کو احسان نہ سمجھے بلکہ یہ اس پر قرض ہے جو اس کے والدین نے اس پر خرچ کیا تھا اور ان بے شمار احسانات کا بدلہ ہے جو والدین نے بچپن میں اس پر کیے تھے، جیسا کہ قرآن کریم کی مذکورہ آیات میں واضح طور پر بیان ہوا ہے اور بیٹے کو ہر دم یاد رکھنا چاہئے کہ اپنے والدین کی من جملہ نیکیوں میں سے ایک نیکی وہ خود ہے اور والدین ہی اس کے حصول اور دنیا میں آنے کا ظاہری سبب ہیں۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں متعدد لوگوں کے ذہنوں میں ایک سوال پیدا ہوا کہ کیا باپ جب چاہے، زبردستی اپنے بیٹے کا مال لے سکتا ہے؟ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے: «أنت و مالك لأبيك» ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے۔'' اور کیا مطلقاً باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی اولاد کے مال پر قبضہ کر لے، خواہ باپ غنی ہو یا فقیر، محتاج ہو یا غیر محتاج، اور بیٹا چھوٹا ہو یا بڑا، وہ یہ مال لینے سے راضی ہو یا ناراض اور والد کا اپنے بیٹے کا مال حاصل کرنا بیٹے کے علم میں ہو یا نہیں؟

علاوہ ازیں جب باپ محتاج ہو تو کیا وہ اپنی ضرورت کے مطابق ہی لے سکتا ہے یا جتنا اس کی مرضی چاہے، وہ لے لے؟ اور کیا ماں اور دادا کو بھی باپ کی مانند یہ حق حاصل ہے یا یہ اختیار صرف باپ کو ہی حاصل ہے؟

میرے پاس اس قسم کے متعدد سوالات آئے جنہوں نے مجھے اس مختلف فیہ مسئلہ پر ایک تحقیقی بحث لکھنے پر مجبور کر دیا، لہٰذا میں نے اس مسئلہ میں اہل علم وفقہا کے اَقوال وآرا کو دلائل، اعتراضات وجوابات اور تبصرہ وتجزیہ کے ساتھ قلم بند کر دیا ہے۔ یہ بحث تین حصوں اور ثمرہ ونتیجہ میں ترتیب شدہ ہے۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے صحیح اور درست طریقے پر دین حنیف کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، مجھے اِخلاص کی نعمت سے نوازے اور مجھ سمیت ہم سب کو 'ہمارے والدین'، ہمارے اساتذہ، ہمارے اہل وعیال اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو اجرِ عظیم سے نوازے۔ وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم اجمعین

© rasailojaraid.com

حصہ اوّل: فقہاء کرام کے اقوال اور ان کے دلائل

اس مسئلہ میں فقہاے کرام اور اہل علم کے تین اقوال ہیں:

پہلا قول

باپ کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ضروری نفقہ کے سوا اپنے بیٹے کے مال میں سے کچھ حصہ لے، اور وہ اس وقت جب وہ اس کا ضرورت مند ہو۔ بیٹے کا مال اُسی کی اپنی ملکیت ہے اور باپ کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی ضرورت سے زیادہ اس کے مال میں سے کچھ لے، تاہم بیٹا اپنی رضامندی سے دے دیتا ہے تو مضائقہ نہیں ہے۔

قائلین: یہ قول جمہور اہل علم اور حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ میں سے اکثر فقہاے کرام کا ہے۔ امام احمدؒ سے بھی اس قول کی ایک روایت منقول ہے جبکہ حنابلہ میں سے ابوالوفاء ابن عقیلؒ کا بھی یہی قول ہے۔

صحابہ وتابعین میں سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہی قول ہے اور کبار فقہاے تابعین، شریح القاضی، جابر بن زید، محمد بن سیرین، حماد بن ابی سلیمان اور زہری رحمہم اللہ کا بھی یہ قول ہے جبکہ ابراہیم نخعیؒ اور مجاہدؒ سے ایک ایک روایت مروی ہے۔

اس قول کے قرآن، سنت، اجماع، اور عقل وفہم سے دلائل بالترتیب حسب ِذیل ہیں:

❶ قرآن مجید سے دلائل:

① اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ (البقرۃ:۲۱۵)

''لوگ پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں؟ جواب دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین پر، رشتے داروں پر، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو اور جو بھلائی بھی تم کرو گے، اللہ اس سے باخبر ہوگا۔''

امام قرطبیؒ اس آیت ِکریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

''غنی شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنے محتاج والدین کے کھانے اور پہننے اوڑھنے وغیرہ پر اتنا خرچ کرے جتنا اپنے اوپر خرچ کرتا ہے۔'' (تفسیر قرطبی:۱۷/۳)

مذکورہ آیتِ کریمہ مال پر بیٹے کی ملکیت کو ثابت کرتی ہے اور والدین کو اللہ تعالیٰ نے مصارفِ انفاق میں ذکر کیا ہے۔ لہٰذا باپ کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بیٹے کے مال کو اپنی ملکیت بنا لے۔ اگر بیٹے کا مال باپ کا ہی ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس آیت میں والدین کو مصارفِ انفاق میں ذکر نہ کرتے اور اگر بیٹا اپنے کمائے ہوئے مال کا مالک نہ ہوتا تو اس پر اپنے والدین کا نفقہ ثابت نہ ہوتا جبکہ پیچھے فقہاے کرام کا اتفاق گذر چکا ہے کہ ضرورت مند والدین کا نفقہ بیٹے کے ذمہ واجب ہے۔ (المُحلّٰی:۱۰۷/۸؛ مشکل الآثار للطحاوي ۲۷۷/۴)

② اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ * إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ * فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾ (المعارج:۲۹،۳۱)

''جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں بجز اپنی بیویوں یا اپنی مملوکہ عورتوں کے جن سے محفوظ نہ رکھنے میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ البتہ جو اس کے علاوہ کچھ چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔''

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیتِ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ لونڈی کا مالک اپنی لونڈی کے ساتھ مباشرت کرسکتا ہے جبکہ غیر مالک پر لونڈی کے ساتھ مباشرت کرنا حرام ہے اور اس آیتِ کریمہ کے حکم میں دونوں طرح کے بیٹے آجاتے ہیں: ایک وہ بیٹا ہے جس کا والد زندہ ہو اور دوسرا وہ بیٹا جس کا والد زندہ نہ ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ بیٹے کا مال بیٹے کا اپنا ذاتی ہے، والدین کا نہیں ہے۔ اگر بیٹے کا مال باپ کی ملکیت ہوتا تو جس بیٹے کا والد زندہ ہے اس کے لئے اپنی لونڈی کے ساتھ مباشرت کرنا حرام ہوتا، کیونکہ حقیقتاً وہ لونڈی اس کے باپ کی ملکیت ہوتی جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی لونڈی کے ساتھ مباشرت کی اجازت بیٹے کی ملکیت کو ثابت کرتی ہے۔ (المُحلّٰی:۱۰۷/۸؛ مُشکل الآثار للطحاوي:۲۷۷/۴)

③ اللہ تعالیٰ آیتِ وراثت میں فرماتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

﴿وَلِاَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنۡ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ﴾ (النساء:۱۱)

''اگر میت صاحبِ اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا چاہئے اور اگر وہ صاحبِ اولاد نہ ہو اور والدین ہی اسکے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے گا۔''

✳ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ

''جب اللہ تعالیٰ نے باپ کو بیٹے کی میراث میں سے دیگر ورثا کی مانند ایک مقرر حصہ دیا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹا بلا شرکت غیرے اپنے مال کا خود مالک ہے۔'' (الرسالہ: ص ۴۶۸)

✳ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ

''اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی موت پر ماں کو مقرر حصہ دیا ہے، اور یہ امر محال ہے کہ بیٹے کی موت پر ماں کو بیٹے کی بجائے باپ کے مال میں سے مقرر حصہ دیا جائے۔'' (مشکل الآثار: ۴/۲۷۷)

✳ اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹے کی موت پر باپ کو چھٹا حصہ دیا جائے گا، اور اگر باپ ہی اپنے بیٹے کے کل مال کا مالک ہوتا تو اس کو چھٹا حصہ ملنے کی بجائے سارا مال ملنا چاہئے تھا۔ (سنن بیہقی: ۷/۴۸۱؛ فتح القدیر از امام ابن ہمامؒ: ۴/۲۲۳)

✳ امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میت کے مال میں والدین، خاوند، بیوی، بیٹے اور بیٹیوں سمیت تمام ورثا کے حصے مقرر کردیئے ہیں۔ اگر بیٹے کا مال والد کی ملکیت ہوتا تو مذکورہ تمام ورثا محروم ہوجاتے، کیونکہ وہ ایک زندہ انسان (والد) کا مال ہوتا۔ (المُحلّٰی: ۸/۱۰۶؛ الکاشف عن حقائق السنن شرح مشکوٰۃ المصابیح از امام طیبیؒ: ۶/۱۹)

④ اللہ تعالیٰ آیتِ وراثت میں فرماتے ہیں:

﴿مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِىۡ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ﴾ (النساء:۱۱)

''(یہ سب حصے اس وقت نکالے جائیں گے) جبکہ میت کی وصیت کو پورا کردیا جائے اور اس کے ذمے قرض کو ادا کردیا جائے۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ اس امر کی وضاحت کررہے ہیں کہ میت کے ترکہ کی تقسیم، اس کی وصیت کو پورا کرنے اور اس پر قرض کو ادا کرنے کے بعد کی جائی گی۔ یہ محال امر ہے کہ باپ کے مال سے بیٹے (میت) کی وصیت کو پورا کیا جائے اور اس بنا پر اس کے قرض کو ادا

© rasailojaraid.com

کیا جائے۔ (مشکل الآثار:۴/۲۷۷)

⑤ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (البقرۃ:۱۸۸)

''اور آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (النساء:۲۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔''

مذکورہ دونوں آیتیں اور اس معنی کی دیگر آیاتِ کریمہ جو کسی دوسرے کا مال باطل طریقے سے کھانے کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں، ان کا مدلول ومفہوم عام ہے جس میں عام انسانوں کے ساتھ باپ بھی شامل ہے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ پر اپنے بیٹے کا مال کھانا اور اسے اپنی ملکیت بنالینا حرام ہے اِلا یہ کہ بیٹا از خود رضا مندی سے دے دے۔ (سنن بیہقی:۷/۴۸۱)

تنبیہ: یاد رہے کہ یہ عموم، اجماعِ امت کے ساتھ خاص ہو چکا ہے کہ والد فقط اپنی ضرورت کے مطابق اپنے بیٹے کے مال میں سے لے سکتا ہے، خواہ بیٹا راضی نہ بھی ہو۔ اس لئے اس عموم سے استدلال کرتے ہوئے باپ کے لئے بہ قدرِ ضرورت بیٹے کے مال سے لینا حرام نہیں۔

② سنتِ نبویؐ سے دلائل

① سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إن دماء كم وأموالكم وأعراضكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا، في بلدكم هذا، في شهركم هذا» (صحیح بخاری:۱۷۳۹، صحیح مسلم:۲۱۵۹)

''بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزت و آبرو، تمہارے اس دن اور اس شہر اور اس مہینے کی حرمت کی طرح، تمہارے درمیان حرام ہیں۔''

امام طحاویؒ اس حدیث کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مؤمنوں کے اَموال کو ایسے ہی حرام قرار دیا ہے جس طرح ان کے خونوں کو حرام کیا گیا ہے، اور اس حرمت میں سے والد سمیت کسی کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ (شرح معانی الآثار:۴/۱۵۹)

نبی کریم ﷺ نے حرمتِ اَموال کو حرمتِ اَبدان کی مانند قرار دیا ہے۔ جس طرح باپ کے

© rasailojaraid.com

لئے، سوائے حقوقِ واجبہ کے، اپنے بیٹوں کے اَبدان حرام ہیں، اسی طرح اَموال بھی حرام ہیں سوائے حقوقِ واجبہ کے، اور حقوقِ واجبہ سے مراد اس کی نفقہ کی ضروریات ہیں۔

② نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه»

(مسند احمد: ۷۲/۵، سنن دارقطنی: ۲۶/۳، سنن بیہقی: ۱۰۰/۶)

''کسی مسلمان آدمی کا مال اس کی رضا مندی کے بغیر استعمال کرنا حلال نہیں ہے۔''

اس حدیث کا عموم بھی اس امر پر دلالت کررہا ہے کہ باپ پر اپنے بیٹے کے مال کو استعمال کرنا حرام ہے، کیونکہ اس حدیث میں والد سمیت کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔

③ امام بیہقی اپنے استدلال کے لیے ایک مرسل روایت بھی لائے ہیں جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«كل أحد أحق بماله من والده وولده والناس أجمعين»

(السنن الکبریٰ از امام بیہقی: ۴۸۱/۷، سنن دارقطنی: ۲۳۶/۴)

''ہر شخص اپنے مال کا، اپنے والد، اپنے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ حقدار ہے۔''

یہ حدیث اپنے مدلول پر واضح اور نص صریح ہے۔

④ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو کہا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں یوم الاضحیٰ کو اس اُمت کے لئے عید کا دن بنا دوں۔ اس آدمی نے کہا: آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر میں اپنے بیٹے کے مَنِيحة (ایسا بالغ جانور ہے جو دودھ دوہنے کے لئے کسی کو مخصوص مدت کے بعد واپس کرنے کی شرط پر دیا گیا ہو) کے علاوہ کوئی جانور نہ حاصل کرسکوں تو کیا اس کو قربان کردوں، آپؐ نے فرمایا: نہیں (وہ جانور مت قربان کر) لیکن تو اپنے بالوں، ناخنوں اور مونچھوں کو کاٹ لے اور اپنے زیر ناف بالوں کو مونڈ لے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی تیری مکمل قربانی ہے۔'' (سنن نسائی: ۴۳۶۵، سنن ابوداؤد: ۲۷۸۹، مسند احمد: ۱۶۹/۲، مستدرک حاکم: ۲۲۳/۴، وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو اپنے بیٹے کا مَنِيحة ذبح کرنے سے منع کردیا اور اس کو اپنے ذاتی مال سے قربانی کرنے کا حکم دیا اور اس کی ترغیب دی تو اس

© rasailojaraid.com

سے ثابت ہوا کہ بیٹے کے مال کا حکم باپ کے مال کے حکم سے مختلف ہے۔

(شرح معانی الآثار:۱۵۹/۴)

❸ اجماعِ اُمت

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ نصوص اور اجماع سے یہ صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ اگر کسی آدمی کے پاس غلام اور باندی ہو اور ان دونوں کا والد بھی زندہ ہو تو وہ غلام اور لونڈی اپنے مالک کی ملکیت ہیں، اپنے باپ کی نہیں۔ (المُحلّٰی:۱۰۷/۸)

❹ متفق علیہ اُصول

تمام اہل علم کے نزدیک متفق علیہ اُصول ہے کہ ہر انسان کے مال کی حفاظت کی جائے اور کسی دوسرے شخص کو اس کے مال میں شریک نہ کیا جائے اور اس کے مال پر کسی غیر کی ملکیت دلیل قطعی کے بغیر ثابت نہ ہوگی اور ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے کہ جس کی بنیاد پر ہم بیٹے کے مال کو باپ کی ملکیت قرار دے دیں۔

❺ عقلی دلائل

اس قول کی تائید میں عقلی دلائل سے بھی استدلال کیا گیا ہے جن میں سے ایک قول امام سرخسیؒ کا ہے، فرماتے ہیں: بیٹے کے مال میں باپ کی ملکیت نہیں ہے، کیونکہ کمائی، کمانے والے کے کام کرنے کے نتیجے میں اس کی ملکیت بنتی ہے۔ جس طرح باپ اپنے بیٹے کا مالک نہیں ہے، اسی طرح بیٹے کی کمائی کا بھی مالک نہیں ہے۔ کیونکہ بیٹا ہی اپنی کمائی کا حقیقی مالک ہے۔ حتیٰ کہ اپنے مال میں تصرف کا اختیار صرف بیٹے کو حاصل ہے کہ وہ اپنی لونڈی سے مباشرت کرے یا اپنا غلام آزاد کردے۔ بچپن میں والد نگران ہونے کی حیثیت سے بیٹے کے مال میں تصرف کرتا رہتا ہے مگر بیٹے کی بلوغت کے بعد یہ سبب زائل ہوجاتا ہے، اب وہ خود اپنے مال میں تصرف کا زیادہ حقدار ہے۔

اگر بیٹے کا مال باپ کی ملکیت ہے، تو باپ جب اپنے بیٹے کو ہبہ وغیرہ کرتا ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ وہ خود اپنی ذات کو ہی ہبہ کررہا ہے۔ حالانکہ یہ فضول بات ہے جس کا اہل علم میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹے کا مال اسی کی ملکیت ہے،

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

باپ کی ملکیت نہیں۔

دوسرا قول

باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے بیٹے کے مال میں سے جب چاہے جتنا چاہے لے لے اور اپنی ملکیت بنا لے، خواہ باپ کو اس کی ضرورت ہو یا نہ ہو، بیٹا چھوٹا ہو یا بڑا، بیٹی ہو یا بیٹا، وہ مال دینے پر خوش ہو یا ناخوش، بیٹے کو باپ کے مال لینے کا علم ہو یا نہ ہو۔

قائلین: یہ قول صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے مروی ہے جن میں عمر بن خطابؓ، علی بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، جابر بن عبداللہؓ، انس بن مالکؓ، ابن عباسؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ شامل ہیں۔

فقہاے تابعین مشروق بن اَجدعؒ، سعید بن مسیّب، ایک قول میں ابراہیم نخعیؒ، عامر شعبیؒ، ایک قول میں مجاہدؒ، حسن بصریؒ، حکم بن عتیبہؒ اور قتادہ بن دعامہ سدوسی سے بھی یہی موقف مروی ہے۔ فقہاے تبع تابعین میں سے ابن ابی لیلیٰ اور محمد بن عبدالرحمٰن کا بھی یہی قول ہے اور متاخرین میں سے امام صنعانیؒ نے حدیث «أنت و مالك لأبيك» سے استدلال کرتے ہوئے اسی قول کی تائید کی ہے۔

دلائل: اس قول کے قائلین کی دلیل درج ذیل احادیث و آثار ہیں:

① امام ابن حزمؒ اپنی سند کے ساتھ سیدنا عمر بن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک باپ بیٹا آئے، بیٹا اپنے باپ سے ایک ہزار درہم کا مطالبہ کر رہا تھا جو اس نے اپنے باپ کو بطورِ قرض دیے ہوئے تھے جبکہ باپ کہہ رہا تھا کہ وہ قرض واپس کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ سیدنا عمرؓ نے بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور باپ کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا:

''یہ بیٹا اور اس کا مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھے عطیہ ہے۔''

(المُحلّی: ۱۰۴/۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۷/۷، ۱۵۸)

② امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالبؓ سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ اُنہوں نے بیٹے کا مال والد کو دینے کا فیصلہ دیا۔

(المُحلّی: ۱۰۴/۸، ومصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۸/۷، ۱۵۹)

© rasailojaraid.com

③ امام ابن حزمؒ نے اپنی سند کے ساتھ جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کیا ہے اور اسی روایت کو صحیح کہا ہے کہ ''ماں باپ اپنے بیٹے کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر لے سکتے ہیں۔'' (المحلّٰی:۸/۱۰۴)

④ امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہؓ سے بھی سیدنا جابرؓ کی مانند صحیح ثابت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: آدمی اپنے بیٹے کے مال سے جتنا چاہے کھا سکتا ہے، لیکن بیٹا اپنے باپ کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر نہیں کھا سکتا۔ (ایضاً)

⑤ امام ابن حزمؒ ہی اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ فضالہ بن ہرمز حنفیؒ نے سیدنا انسؓ بن مالک کو کہا: میرے باپ نے میری لونڈی پر قبضہ کرلیا ہے حالانکہ میرے باپ نے اس کو خریدا نہیں؟ سیدنا انس بن مالکؓ نے فرمایا: یہ لونڈی تیرے باپ کی ہے، اور تیرا مال اس کی کمائی ہے، تو اور تیرا مال اس کے لئے حلال ہے، اور اس کا مال تیرے اوپر حرام ہے، اِلا یہ کہ وہ تجھے رضا مندی سے دے دے۔ (ایضاً)

⑥ امام ابن حزمؒ اپنی سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا: «أولادكم هبة الله لكم ، وأموالهم لكم» ''تمہاری اولادیں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہیں اور ان کے مال تمہارے لئے ہیں۔'' (ایضاً)

اس موقف کے قرآن کریم اور سنت مطہرہ سے دیگر تفصیلی دلائل حسب ِذیل ہیں:

❶ قرآنِ مجید سے دلائل

① اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلٰى أَنفُسِكُمْ أَن تَأْكُلُوا مِن بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ ... ﴾ (النور:۶۱)

''کوئی حرج نہیں اگر کوئی اندھا، یا لنگڑا، یا مریض (کسی کے گھر سے کھالے) اور نہ تمہارے اوپر اس میں کوئی مضائقہ ہے کہ اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے۔''

اس آیت ِکریمہ میں وجہ دلالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں دس قسم کے رشتہ دار بیان کئے ہیں جن کے گھروں سے کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان دس اصناف میں اولاد کا

© rasailojaraid.com

کوئی تذکرہ نہیں ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں ﴿أَوْ بُيُوتِ أَوْلَادِكُمْ﴾ کے الفاظ نہیں ہیں، کیونکہ اولاد ﴿مِن بُيُوتِكُمْ﴾ کے حکم میں ہی داخل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کے گھر والدین کے اپنے گھروں کی مانند ہیں، اسی لئے اولاد کے گھروں کا الگ سے ذکر نہیں کیا گیا۔ لہٰذا اولاد کے گھر بھی اولاد کے ہیں بلکہ والدین کے ہی گھر ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ حدیثِ نبوی «أنت و مالك لأبيك» درحقیقت کتاب اللہ سے ہی ماخوذ اور اس آیت کے ضمن میں موجود مخفی نتائج ومضمرات کی تفصیل ہے۔ (المغنی لابن قدامہ: ۲۸۸/۶ بروایتِ سفیان بن عیینہ، مجموع الفتاویٰ: ۶۸/۳۴ کشاف القناع: ۳۱۷/۴)

② امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا اپنے باپ کے لئے عطیہ (ہبہ) بنایا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَقَ وَيَعْقُوبَ﴾ (الانبیاء: ۷۲) ''اور ہم نے اسے اسحٰق عطا کیا اور یعقوب''

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَى﴾ (الانبیاء: ۹۰)

''اور ہم نے اسے یحییٰ عطا کیا۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا﴾ (مریم: ۵)

''تو مجھے اپنے فضل خاص سے ایک وارث عطا کر دے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَقَ﴾ (ابراہیم: ۳۹)

''شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسحٰق اور اسماعیل جیسے بیٹے دیئے۔''

اور جو شے (یعنی اولاد) باپ کو ہبہ کی گئی ہے اس میں باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے غلام کی مانند اس اولاد کا مال بھی لے سکتا ہے۔ (المغنی: ۲۸۸/۶؛ کشاف القناع: ۳۱۷/۴)

❷ حدیثِ نبویؐ سے دلائل

① اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور وہ اپنے باپ کے ساتھ، اس کو دیے گئے قرض کے سلسلے میں جھگڑا کر رہا تھا، آپؐ نے فرمایا:

© rasailojaraid.com

«أنت و مالك لأبيك» ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے۔'' (صحیح ابن حبان: ۱۴۲/۲: وصحَّحه الإمام العيني في عمدة القاري: ۱۴۲/۱۳)

② سیدنا عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، اور وہ اپنے باپ کے ساتھ جھگڑ رہا تھا۔ اس آدمی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ یہ (میرا باپ) میرے مال کا ضرورت مند ہے؟ آپؐ نے فرمایا: «أنت و مالك لأبيك»

''تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے۔'' (مسند احمد: ۲۰۴/۲)

③ سیدنا عمرو بن شعیبؒ عن ابیہ عن جدہؓ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میرے پاس مال، اور باپ ہے اور میرا باپ میرے مال کا صفایا کرنا چاہتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: «أنت و مالك لأبيك» ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے۔'' مزید فرمایا کہ تمہاری اولادیں تمہاری بہترین کمائی ہیں، پس تم اپنی اولادوں کی کمائی سے کھاؤ۔'' (مسند احمد: ۲۱۵/۲)

④ سیدنا عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہؓ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میرا والد میرے مال کا صفایا کرنا چاہتا ہے؟ آپ نے فرمایا: تو اور تیرا مال تیرے والد کے لئے ہے۔ بے شک بہترین کھانا، تمہاری اپنی کمائی سے ہے اور تمہاری اولادوں کے اَموال بھی تمہاری ہی کمائی ہے، پس تم خوش دلی کے ساتھ کھاؤ۔'' (احمد: ۱۷۹/۲)

⑤ سیدنا عمارہ بن عمیرؒ سے مروی ہے، وہ اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں کہ ''اُنہوں نے اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہؓ سے سوال پوچھا کہ میری گود میں یتیم بچہ ہے، کیا میں اس کا مال کھا سکتی ہوں؟ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: بے شک بہترین کھانا، انسان کی اپنی کمائی سے ہے اور اولاد بھی اس کی کمائی ہے۔'' (سنن ابوداود: ۳۵۲۸، سنن نسائی: ۴۴۵۰)

⑥ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: ''آدمی کا بیٹا اس کی کمائی ہے بلکہ بہترین کمائی ہے، لہٰذا تم اپنے اَموال سے کھاؤ۔'' (سنن ابوداؤد: ۸۰۰/۳، رقم ۳۵۲۹)

مذکورہ احادیث کے الفاظ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اور اولاد کی جملہ ملکیت کو باپ کی کمائی قرار دیا، بلکہ بہترین کمائی قرار دیا ہے، کیونکہ باپ کی ذات ہی،

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

بیٹے کے وجود اور اس کی جملہ کمائی کا سبب ہے اور والدین کے لئے مطلقاً جائز ہے کہ وہ اپنی کمائی میں سے جس طرح چاہیں، فائدہ اُٹھائیں۔

⑦ سیدنا معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں کہ جس کو کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، اگرچہ تجھے عذاب دیا جائے اور والدین کی اطاعت کرنا، اگرچہ وہ تجھے تیرے مال اور تیری ملکیت میں موجود ہر چیز سے نکال دیں......

(قال المنذري في الترغيب والترهيب :١/ ٣٨٣، رواه الطبراني في الأوسط ٢٩٥٦ ولا بأس بإسناده في المتابعات)

⑧ سیدنا ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے سات چیزوں کی وصیت فرمائی: اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، اگر تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلا دیا جائے...... اپنے والدین کی اطاعت کرنا، اگرچہ وہ تجھے اپنی دنیا سے نکل جانے کا حکم دیں، پس تو نکل جا۔

(الأدب المفرد للبخاري :١/ ٦٩، وقال الهيثمي في مجمع الزوائد:٤/ ٢١٧ رواه الطبراني وفيه شهر بن حوشب وحديثه حسن وبقيه رجاله ثقات)

آخر الذکر دونوں احادیث میں نبی کریم ﷺ نے والدین کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اگرچہ وہ اپنی اولاد کو اپنے مال اور اپنی ملکیت میں موجود دنیا کی ہر چیز سے نکل جانے کا حکم ہی کیوں نہ دیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ والدین کو اپنی اولاد کے مال میں ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہے اور بیٹے پر واجب ہے کہ اپنے مال کے بارے میں والدین کے حکم کو مانے اور ان کی اطاعت کرے۔

تیسرا قول

یہ قول بھی دوسرے قول کی مانند ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے مال پر قبضہ کر سکتا ہے، لیکن اُنہوں نے چند شرائط لگا دی ہیں، جن کی موجودگی میں باپ اپنے بیٹے کا مال لے سکتا ہے۔

قائلین: یہ حنابلہ کا قول ہے اور ان کے ہاں اسی کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے۔

(المغنی: ٦/ ٢٨٨، کشاف القناع للبہوتی: ٤/ ٣١٧)

© rasailojaraid.com

شرط①: وہ مال بیٹے کی ضرورت سے زائد ہوتا کہ اس مال کو اپنی ملکیت میں لینے سے بیٹے کو ضرر نہ پہنچے، کیونکہ ضرر سے منع کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «لا ضَرَرَ ولا ضِرار» (ابن ماجہ:۲۳۴۰،مستدرک حاکم:۲/۵۷ وصحَّحه ووافقه الذهبي على تصحيحه)

لہٰذا باپ اپنے بیٹے کے ایسے مال کو اپنی ملکیت میں نہیں لے سکتا جو اس کی ضروریاتِ زندگی سے متعلق ہو جیسے کوئی مشینری جس سے وہ روزی کماتا ہے، یا تجارت میں رأس المال وغیرہ۔ کیونکہ شریعت کی نظر میں انسان کی ضرورت اس کے قرض پر مقدم ہے۔ جو باپ پر بھی بالاولیٰ مقدم ہے۔

چنانچہ فقہاء تابعین میں سے عطاء بن ابی رباح مکیؒ سے منقول ہے کہ باپ کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے بیٹے کے مال کو اپنی ملکیت میں لے سکتا ہے بشرطیکہ بیٹے کو اس سے ضرر نہ ہو۔

شرط②: باپ وہ مال اپنے لئے حاصل کرے، نہ کہ دوسرے بیٹے کو دے دے، یعنی ایک بیٹے (زید) کا مال لے کر دوسرے بیٹے (عمرو) کو نہ دے، کیونکہ یہ منع ہے اور نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ باپ اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو اپنے مال میں سے عطیہ دے دے جبکہ دیگر کو نہ دے۔ (صحیح بخاری:۲۶۵۰) جب باپ اپنے ذاتی مال سے اپنی اولاد میں سے عطیہ دینے کے لئے کسی کو خاص نہیں کرسکتا تو ایک بیٹے کے مال سے لے کر دوسرے کو دینے کے لئے خاص کرنا بالاولیٰ حرام ہے۔

شرط③: بیٹے کے مال کو اس وقت اپنی ملکیت بنانا جب کہ بیٹا یا باپ مرض الموت کی حالت میں نہ ہوں، کیونکہ مرض کے ساتھ ہی ملکیت بنانے کا اختیار منقطع ہوگیا۔

شرط④: باپ کافر اور بیٹا مسلمان ہو تو اس وقت بھی باپ اپنے بیٹے کے مال سے کچھ نہیں لے سکتا، بالخصوص اس وقت جب بیٹا کافر ہونے کے بعد مسلمان ہوجائے اور اس کا باپ کفر پر ہی قائم ہو۔ (الاختیارات الفقهیه :ص۱۸۷)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ''اسی کے مشابہ صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ باپ مسلمان ہو اور بیٹا کافر ہو۔ اس صورت میں بھی باپ اپنے بیٹے کے مال سے کچھ نہیں لے سکتا کیونکہ اختلافِ ادیان سے ولایت اور وراثت منقطع ہوجاتی ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

شرط⑤: باپ جس چیز کو اپنی ملکیت میں لے رہا ہے وہ چیز بعینہٖ موجود ہو کیونکہ باپ اپنے بیٹے کے قرض کا مالک نہیں بن سکتا اور باپ کسی بھی چیز کو قبضہ میں لینے سے پہلے اس میں تصرف کا اختیار نہیں رکھتا، جیسا کہ احادیث میں کسی شے کو قبضہ میں لینے سے قبل اس میں تصرف کرنے سے صریح ممانعت وارد ہوئی ہے۔

جہاں تک باپ کی ملکیت کے ثبوت کا تعلق ہے تو یہ ملکیت اس کی نیت یا قول سے ثابت ہوجائے گی۔ مثلاً باپ کسی چیز کو اُٹھا لے اور دل میں نیت کرے کہ اب یہ میری ملکیت ہے یا زبان سے کہے کہ میں فلاں چیز کا مالک ہوں۔

شرط⑥: قول یا نیت سے قبضہ کرلینے سے پہلے بیٹے کے مال میں باپ کا تصرف غیر صحیح ہے، اگرچہ غلام ہی آزاد کرنا ہو۔ کیونکہ بیٹے کی اپنے مال پر مکمل ملکیت ہے اور وہ اپنے مال میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے، اپنی لونڈی کے ساتھ مباشرت کرسکتا ہے۔ اگر لونڈی کی ملکیت باپ اور بیٹے میں مشترک ہو تو وہ ایسی لونڈی کے ساتھ بالکل اسی طرح مباشرت نہیں کرسکتا جیسا کہ کسی اور شخص کے ساتھ مشترکہ لونڈی سے وہ مباشرت نہیں کرسکتا۔ الغرض باپ کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس شے کو اپنی ملکیت بنانا چاہتا ہے، اسے پہلے اپنے قبضہ میں لے پھر اس میں تصرف کرے۔ بنا بریں باپ اپنے بیٹے کے قرض یا جرمانے کا مالک نہیں بن سکتا، کیونکہ وہ ابھی تک قبضہ میں نہیں آیا۔

مذکورہ شرائط کا گہرا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ پہلی شرط ہی اہم ترین شرط ہے جبکہ بقیہ پانچ شرائط کا ہر حال اور جملہ معاملات میں لحاظ کرنا ضروری ہے، اور یہ شرائط ہمارے اسی مسئلہ کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔

دلائل

تیسرے قول کے دلائل، درحقیقت دوسرے قول والے دلائل ہی ہیں جو سابقہ صفحات میں گذر چکے ہیں۔ ایسے ہی شروط و قیود کے دلائل بھی شرائط کے ساتھ ہی ذکر کئے جاچکے ہیں۔

اگلی قسط میں فقہائے کرام کے تینوں اقوال اور ان کے دلائل کا تجزیہ وتبصرہ پیش کیا جائے گا، اور ان میں پیش کردہ استدلال کا باہم تقابل کرتے ہوئے ایک واضح موقف تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔ ان شاء اللہ